مثنوی

نیرنگ سحر

یعنے

فسانۂ دشینت و شکنتلا

از

اقبال ورما سحر ہتگامی

مطبوعہ

زمانہ پریس کانپور

التماس

آغازِ شباب کا زمانہ حوصلہ اور اُمنگ کا زمانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ جذبات قومی و ملکی ضرورتوں کے لحاظ سے مُفید اور کارآمد وسائل کے پیدا کرنے مین صرف کئے جاوین، یا دوسری صورت مین یہ بھی ممکن ہے کہ اِن کو بیکار مشغلون مین لگا دیا جاوے جنکے جانب زمانہ مذکور مین اُنکا فطرتی رُجحان ہوا کرتا ہے۔ بدقسمتی سے ہماری قوم مین ہماری اعلیٰ مذہبی تعلیم کے اشاعت کی طرف سے بالکل لاپروائی برتی جاتی ہے۔ انسان کو اُسوقت ایک سچا اِنسان بنانے کی کوشش کبھی نہین کیجاتی جو اِسکے لئے نہایت انسب ہے جسکا یہ قدرتی نتیجہ ہوتا ہے کہ نوجوان طبیعتین مادہ پرستی مین مبتلا ہوکر اپنے سادے ولولے "حُسن وعشق" کے پیچیدگیون مین پھنساکر، وہین کے وہین ضائع کردیتی ہین۔

مَین بھی ایسا خوش نصیب نہین تھا کہ زمانہ کے اِن ناقص اثرات سے محفوظ رہ سکون۔ مثنوی گلزارِ نسیم کے مطالعہ سے مجکو دیرینہ دلچسپی تھی جسکی بیمثال خوبیون نے میرے دل کو متاثر کئے بغیر نہ چھوڑا۔ ابتداے ۱۹۱۰ء مین مَین نے تہیہ کرلیا کہ اس اثر کو عملی صورت مین لانے کی کوشش کرون۔ اور اِس کے لئے مَین نے

کالیداس کے مشہور ڈراما شکنتلا کو منتخب کیا۔

دوستانہ تحریک بھی تھی جو مشفقم بابو راج بہادر ایم۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ کی جانب سے بار بار ہوتی رہی نیز میری محنت نے بالآخر مجکو کامیاب کیا اور اب یہ چھوٹی سی مثنوی ناظرین کرام کے قدردان ہاتھون کے حوالہ کیجاتی ہے۔ اپنی ہیچمدانی سے یہ تو مجھکو کبھی توقع نہ تھی کہ اس نظم کو شاعری کی دُنیا مین وہی پایہ اعزاز و قبولیت حاصل ہوگا جو مثنوی گلزار نسیم جیسی گرانمایہ نظم کو حاصل ہے۔ لیکن یہ اُمید ضرور رکھتی کہ شاید اِس خیال کے بدولت معزز ناظرین کی عارضی دلچسپی کا ایک پُرلطف ذریعہ نکل آئے۔ غالباً مَین یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہون کہ میری یہ اُمید تکمیل کے درجہ تک پہونچ گئی ہے۔ اِسکا کفیل وہی ایک خیال تھا جس نے مجکو اس دماغ سوزی پر مائل کیا۔

اب مثنوی کے متعلق مجھکو یہ عرض کرنا ہے کہ یہ نظم قریب قریب بالکل میری طبعزاد ہے۔ اصلی ڈراما کی تقلید صرف اُسی حد تک کی گئی ہے۔ جہانتک محض خاص خاص واقعات سے تعلق ہے۔ نیز قصّہ کا تسلسل قائم رکھنے کے لئے مجھکو چند ابواب کا بطور خود اضافہ بھی کرنا پڑا ہے۔ یہ اضافہ نہایت ضروری تھا۔

مَین اپنے کرم فرما مسٹر پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہون جنھون نے سب سے پہلے ۱۹۱۱ء مین اِس مثنوی کا

نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا اور ابتدائی ۲ دو باب رسالۂ ادیب (الٰہ آباد) مین شائع بھی کئے جسکے وہ اُسوقت اڈیٹر تھے۔ موصوف نے اِسکی نظرِ ثانی بھی فرمائی اور مَین خوشی سے اِس امر کا اعتراف کرتا ہون کہ مجملاً یہ نظرِ ثانی میری اصلاح مکرّر کی محنت مین کسیقدر تخفیف کا باعث ضرور ہوئی۔

فروری ۱۹۱۶ء مین حسب الارشاد مکرم منشی دیا نرائن صاحب نگم بی۔ اے (اڈیٹر "زمانہ" کان پور) مجھکو اِس مثنوی کی پھر نظرِ ثانی کرنا پڑی۔ بہت ممکن ہے کہ میری نومشقی کے سبب اِس مین اب بھی متعدّد خامیان موجود ہون۔ ناظرین کرام معاف فرمائین۔

اقبال ورما سحر ہتگامی

۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء
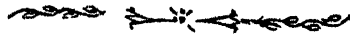
تمہیدی نوٹ

"شکنتلا" سنسکرت شاعری کا سدابہار گلاب ہے، کالی داس سنسکرت شاعری کا دل ہے تو شکنتلا اِس دل کا درد۔ تمنّا اور خواب ہے۔ اِسکا نام دلون مین پاکیزہ، دلکش، اور رنگین تصوّرات کے جگانے کا ایک منتر ہے۔ شکنتلا کا نام زبان پر آیا اور پردۂ تصوّر پر ایک تصویر کھنچ گئی۔ کیسی شگفتہ، کیسی دردانگیز، حُسن اور شباب کا ایک لُبھانے والا خواب، پھول کی طرح نازک اور پتّی کی طرح کمزور۔

ہرا بھرا جنگل، کنول کے پھولون کا کُنج، ہرنون کی کُلیلین، چڑیون کی خوشنوائیان، شہد کی مکھیون کے نغمے اور ہوا معطّر کے جھونکے۔ اِن دلفریبیون کے بیچ مین شکنتلا اپنی دو سہیلیون کے ساتھ بھورے کمل کے پتّے پر راجہ دُشینت کو خط لکھتی ہے کیتنا دلفریب تخیّل ہے۔ کیا شاعر کی فکر رنگین۔ جذبۂ حُسن و فراق کی اِس سے زیادہ پُراثر اور پُر درد تصویر کھنچ سکتی ہے؟ شکنتلا ایک عورت ہے۔ شعر کی۔ درد کی۔ میٹھے الاپ کی۔ وہ سیتا کی طرح پاک نہین۔ ساوتری کی طرح مستقل نہین۔ دمن کی طرح صابر نہین۔ وہ ایک کمزور ہستی ہے۔ تناور درخت نہین جس پر ہوائین اثر نہین کرتین۔ وہ ایک شاخ ہے جو ہواؤن سے ہلتی ہے۔ اور ٹوٹ جاتی ہے۔ یہی اسکی کمزوری اسکا جوہر

ہے۔ اِسی نے اُسے اِتنا دلکش بنا دیا ہے۔

شکسپیر کی طرح کالی داس نے بھی اپنے ڈرامون کے پلاٹ اختراع نہین کئے بلکہ پُرانی روایتون سے لئے ہین۔ لیکن ان روایتون مین وہ رنگینیِ بیان اور لطافتِ جذبات بھر دی ہے کہ قصّہ بالکل اچھوتا ہوگیا ہے۔ رموزِ اُلفت کے بیان کرنے مین کالی داس کو یدِطولےٰ حاصل ہے۔ اور اِس رنگ مین کوئی دوسرا سنسکرت شاعر اِسکے ہمسری کا دعویٰ نہین کر سکتا۔ اِس نے قدرت سے حُسن پرست نگاہ پائی تھی جو انسانی جذبات ہی تک محدود نہ تھی۔ پھول اور پودے۔ وحش و طیور غرض سارا نیچر اِسکے لئے حُسن اور جذبہ سے پُر تھا۔ اِسی لیے اسکے ہرن اور مور محض خوبصورت جانور نہین۔ اِسکی کوئل اور پپیہو محض خوشنوا چڑیان نہین۔ ان مین وہ دلکشی ہے جو شاعر کے احساسِ حُسن ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی وصف ہے جس نے یوروپ کے سخن فہمون کو کالی داس کا مدّاح بنا دیا ہے۔

شکنتلا کے ترجمے اُردو اور ہندی مین بہت عرصہ ہوا ہو چکے۔ لیکن ابتک کسی نے اسے مثنوی کی صورت مین لکھنے کی طرف توجہ نہین کی۔ قِصّہ اپنے رنگینی اور دلکشی کے اعتبار سے مثنوی کے لئے خاص طور پر موزون نہین۔ ہمارے خیال میں اسکی بندش مین گلزارِ نسیم سے کہین زیادہ شعریت اور جدّت ہے۔ اِسکے حُسنِ بیان کی چاہے جتنی تعریف کر لیجیے۔ لیکن اصل قصّہ مین ذرا بھی وطنیت نہین 'اُردو یوسف زلیخا'

قصۂ شیرین فرہاد اور گلزار نسیم مین معاشرت معیار۔ اخلاق کے اعتبار سے کوئی تجاوز
نہین۔ لیکن شکنتلا مین ذہانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسکے مرد و زن گل بوٹے
چرند پرند آسمان و زمین۔ آداب و اخلاق، رسم اور تمدن سب ہندوستان کے
ہین۔ اور اب بھی ہم انھین کسیقدر متغیر صورت مین روز دیکھتے رہتے ہین۔

اِس قصّہ کو اُردو مین نظم کرکے منشی اقبال ورما سحر ہتگامی نے اُردو خوان پبلک کو
زیر بار احسان کیا ہے۔ اِن کے طرزِ بیان کی تعریف کرنے کی ضرورت نہین۔ اِسکا
فیصلہ ناظرین خود کر لینگے لیکن اِتنا ضرور کہہ سکتے ہین کہ بلاغت اور روانی بیان اور
حُسنِ ترکیب کے اعتبار سے "نیرنگ سحر" قریب قریب "گلزار نسیم" سے لگا کھاتی ہے
حضرت سحر محض بندش کے لئے کالی داس کے ممنون ہین۔ بیان کلیتاً اُنکا اپنا ہے
اور اگرچہ اُنھون نے کہتین کہین ضرورت شعری سے مجبور ہوکر قصّہ مین انحراف کیا ہے
لیکن فی الجملہ قصّہ کی نوعیت مین کوئی فرق نہین۔ ہم کو اُمید ہے کہ ناظرین "نیرنگ سحر"
کا خوشی سے خیر مقدم کرینگے۔ اور حضرت سحر کے کاوش کی داد دینگے۔ جسکے وہ بدرجہ
اولیٰ مستحق ہین۔

کانپور (دفتر "زمانہ") دیانراین نگم

مثنوی نیرنگِ سحر

پہلا باب

ولادتِ شکنتلا

رباعی

اے عشق! تری غیوری نے کیا کیا نہ کیا — اب کیا رہا، خود خدا سے بیگانہ کیا

حاصل یہ کہ سحر تو نے حسبِ اطوار — اچھا کیا یا بُرا - اچھا نہ کیا

ہوتا ہے جو داستان دلکش — یوں خامے سے ہے بیانِ دلکش

قصہ ہے کہ جو سے گوتمی پر — تھا ایک فقیرِ نیک محضر

بسوامتر اسکا نامِ نامی — تھا حُسنِ عمل میں وہ گرامی

از بسکہ اسیرِ معرفت تھا　　گویا تصویرِ معرفت تھا

وحدت کی چمک عیاں تھی اُسپر　　قدرت کی جھلک عیاں تھی اُسپر

تھا دشت بھی خوبیوں سے معمور　　یا مظہرِ شانِ حُسنِ مستور

ہر گُل تھا برنگ جلوۂ حُسن　　ہر غُنچہ بسانِ عقدۂ حُسن

اک کتبۂ راز برگِ تر تھا　　تفسیرِ نکات ہر شجر تھا

موجوں کی وہ آب میں روانی　　کہتی تھی فسانۂ نہانی

پانی میں حباب کی وہ مستی　　کرتی تھی عیاں فریبِ ہستی

لاتی تھی صبا ہوائے جنّت　　تھی پیشِ نظر فضائے جنّت

اُٹھا تھا جو پردۂ حقیقت　　ہر شے میں تھا جلوۂ حقیقت

اک سمت وہ عابدِ خردمند　　تھا محوِ عبادتِ خداوند

بوئے گُلِ خاص پیرہن میں　　تھی راحتِ راست اسکے تن میں

تھا یادِ خدا میں وہ جو مخمور　　تھا رشک سے دل ملک کا معمور

اِک اِک نے حسد سے اُسکو تاڑا — یوں کھیل بنا ہوا بگاڑا

بلوا وہیں حور مینکا کو — ظاہر کیا سب نے مدّعا کو

"درویش کی بندگی بگڑ جائے — عرفان کے چمن پر اوس پڑ جائے"

بولی وہ کہ "سہل بات پائی" — یہ کہکے چلی، زمیں پر آئی

جا پہونچی وہ مہرشی کے بَن میں — اِک پھول نیا کھلا چمن میں

بن ٹھن کے وہ سج سجا کے پہونچی — اور نزدِ فقیر جا کے پہونچی

بے پردہ تھا نورِ حُسنِ دلکش — ظاہر تھا غرورِ حُسنِ دلکش

شوخیِ خرام کا یہ تھا حال — فتنہ تھا قدم قدم پہ پامال

آئی وہ لگاتی سوز کی آگ — گاتی ہوئی حُسن و عشق کا راگ

خاموش طیورِ خوشنوا تھے — مدہوشِ صدائے نغمہ زا تھے

کرتی تھی الاپ بے خبر، دل — لوٹا جاتا تھا رقص پر دل

صحرا میں غرض جو گونج اُٹھی تان — چھوٹا عابد کا گیان سے دھیان

دیکھا تو تھی اک نگارِ خوشرو
بس دل میں سمائی عشق کی بُو

آنکھوں نے دئے وہ جامِ سرشار
زاہد کے ہوئے حواس بیکار

جوبن میں بھرا ہوا تھا جادو
چتون میں بھرا ہوا تھا جادو

دیوانہ بنایا ہر ادا نے
زائل کئے ہوش مینکا نے

انداز پہ دل ہوا تھا قرباں
آواز پہ دل ہوا تھا قرباں

تھا پہلے تو بندۂ خدا وہ
اب بندہ صنم کا بنگیا وہ

جس دل میں فروغِ لامکاں تھا
اِک جلوۂ باطل اب وہاں تھا

دل گھر تھا خدا کا اب ہوا دیر
پیدا ہوا روشنی میں اندھیر

ہر چند تھا وہ صراطِ رم پر
ششدر تھا مگر قدم قدم پر

پھر آ گئیں حسرتیں نکل کر
ارمان پھرے مچل مچل کر

ہمت ہوئی دل میں التجا کی
جُرأت ہوئی عرضِ مدعا کی

ظاہر ہوئی حالتِ نہانی
اُس رنگِ پریدہ کی زبانی

تھا دام پری کا مدّعا پوش — درویش سے ہوگئی ہم آغوش
وہ پاک خیال سر سے نکلے — ارمان اِدھر اُدھر سے نکلے
دونو ہوئے حظِّ وصل میں چور — مَہ نے لیا آفتاب سے نور
میعادِ مُعیّنہ گزر کر — نکلا وہ جسَد، وہ نورِ انور
یعنی اِک دخت، دلبری سے — جادو سی عیاں ہوئی پری سے
آنچل پہ اُٹھایا مینکا نے — دامن پہ رکھی کلی صبا نے
شرمائی ہوئی ادا سے آئی — نزدیکِ رشی حیا سے آئی
بولی کہ "اے نکتہ دانِ اُلفت! — لے نذر یہ ارمغانِ اُلفت!"
"اُس نور کی جا نظر میں رکھنا — اس نقشِ وفا کو بر میں رکھنا!"
"اب مجکو وطن کی ہو اجازت — جانے کی عطا ہو جلد رخصت"
دیکھی جو وہ دختِ ماہ پارہ — عابد کو ہوا غمِ نظارہ
اُس غنچے کو دیکھکر ہوا زرد — یاد آیا سبب تو ہوگیا زرد

غفلت سے جو چشم ہو گئی وا — حیلہ کا گرا نظر سے پردا
آنکھوں سے اڑا خمارِ غفلت — جانا کہ بگڑ گئی عبادت
منہ پھیر، حجاب گر گیا وہ — بس خوفِ خدا سے ڈر گیا وہ
پھر ہو کے غریقِ بحرِ افسوس — بولا "صد حیف بختِ معکوس!
"اے نفس! کیا یہ تو نے کیا ہے — کیسی ہوئی مجھ سے یہ خطا ہے"
تقوے کا مٹا نشان، صد افسوس! — محنت ہوئی رائگاں صد افسوس!
یہ کہکے وہ زار زار رویا — اُف سوز سے شمع وار رویا
دیکھی جو پری نے کج ادائی — کچھ فتح پر اپنے مُسکرائی
چھوڑا وہیں اُس بُتِ حسیں کو — دریا نے گھیر دیا زمیں کو
آہستہ وہاں سے خود اُٹھ آئی — جنت کو اُڑی، ہوئی ہوائی
بسوا مستر اُس جگہ تھا مدہوش — تھیں مادر و دخت سب فراموش
دُنیا کی نہ اُسکو تھی خبر کچھ — غم تھا اپنا ہی، تھا اگر کچھ

چھوڑا اُس دشت کی زمیں کو — دیوانہ سا چل دیا کہیں کو

درویش تھا کوئی اِک نکوکار — ناگاہ وہاں ہوا نمودار

دیکھا یہی بہ خاکِ جا میں تنویر — آئینہ میں حُسن کی تھی تصویر

اِک ہنس تھا سر پہ سایہ فگن — شعلہ سا نہاں تھا زیرِ دامن

خوبی کی تھی اک نرالی صورت — پیاری تھی وہ بھولی بھالی صورت

تھا بسکہ رحیم پیرِ دانا — واجب اُسے چھوڑنا نہ جانا

معصوم پر اُسکو رحم آیا — آنکھوں میں لیا، گلے لگایا

گھر لایا، غرض اُسے وہ خوشکام — رکھا اُس کا شکنتلا نام

رہتی تھی سہیلیوں میں بن میں
بڑھنے لگی شاخِ گُل چمن میں

دوسرا باب

تاثیرِ عشق

رباعی

ہیں نفس کی ہر نفس شرارات عیاں — ہر وقت ہیں اس بحر کی امواج رواں
گو سحر نہاں رہتی ہے گاہے لیکن — مشہور ہے یہ عشق ہے ہے حسن جہاں
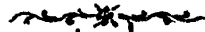
کیفیتِ صید سے ہے جو تحریر — یوں خامہ رواں ہے صورتِ تیر
دِلّی کے قریب ہستنا پور — تھا عصرِ سلف میں شہرِ مشہور
دُشینت تھا تاجدار واں کا — اک عدل تھا پاسدار واں کا

سرعت میں نظر تو فیض میں سیل
جرأت میں ببر تو زور میں فیل

جو "حسین" تھا غم رُبا وہاں تھا
تھا شہر کہ منظرِ جناں تھا

اک روز یہ شہ کے جی میں آیا
صحرا میں شکار کھیلنے جا

کی حکم سنے فوج تک رسائی
جنگل میں وہیں گھٹا چڑھ آئی

تھا بن میں جو زاہدوں کا مسکن
کہلاتا تھا اس سے وہ تپوبن

تفریح کو صید تھا جو درکار
آہو سے ملا وہ شیرِ جرار

بس شاہ رواں ہوا کماں کھینچ
بھاگا وہ ہرن بھی جسم و جاں کھینچ

ہر چند رواں تھا توسن شاہ
مطلب کی مگر نہ کچھ ملی راہ

اسطرح وہ مستِ بادۂ شوق
مصروفِ شکار تھا بصد ذوق

وہ فوج تھی سب نظر سے پنہاں
ناگاہ سنی صدائے افغاں

دیکھا تو کھڑے تھے چند زنّار
بولے وہ کہ "تو ہے اہلِ بیداد!

تذلیل کرو نہیں ہے زیبا
بندوں پہ ستم نہیں ہے زیبا"

یہ سُنکے کیے یہ کر کے افسوس
وہ چھوڑ کماں، ہوا قدمبوس

دی سب نے دعا بھلا اُنکو کا
پھولے پھلے باغ آرزو کا!"

پھر بولے شہ زماں سے "نزدیک
ہے مسکنِ گرو۔ یاں سے نزدیک"

"ہونے کو ہے یگیہ واں پہ اک آج
ہاں جائیے آپ بھی مہاراج!"

یہ کہکے وہیں دہن کو پھیرا
اُس سمت شہِ زمن کو پھیرا

تھا بسکہ خیالِ پاک دل میں
پہونچا شہِ دشتِ متّصل میں

اِک باغ مِلا جو کچھ ذرا چل
جنگل میں رچا ہوا تھا منگل

پہونچا تو سُنی صدائے خوش لحن
دل ہو گیا مبتلائے خوش لحن

سوچا وہ کہ دیکھئے تو کیا ہے
یہ کس گُلِ حُسن کی ہَوا ہے

نظّارہ کا شوق تھا جو بَر میں
طائر کی طرح چھپا شجر میں

شکلیں نظر آئیں تین، بارے
یعنی اِک چاند، دو ستارے

اُس ماہ کا وصف کب بیاں ہو
گر فکر بھی صورتِ زباں ہو

فرق اُسکا تھا تختِ فہم و ادراک | تمثال نمائے صنعتِ پاک

پیشانی میں آئینہ کی تنویر | دکھلاتی تھی شانِ حسنِ تقدیر

پُتلی آنکھوں میں جلوہ گر تھی | یا مہر کی چرخ پر نظر تھی

پلکیں تھیں برنگِ ابر دلجو | دو قوس قزح تھیں دونو ابرو

رخساروں میں کچھ عجب سماں تھا | سعدین کا باہمی قراں تھا

کیا راہ ہو اُس دہن میں طے کی | کیا بات ہو ناپدید شے کی

موزوں تھی جو بسکہ نزدِ لب ناک | ماہی کو یمِ بقا کی تھی تاک

واجب تھی جو چاہنے کی تعمیل | کیوں ہو نہ چہِ ذقن کی تکمیل

وہ گردنِ سُرخ مست و مغرور | شیشہ میں بھری شرابِ انگور

دو ہاتھ بنے تھے نور کے ہاتھ | یہ بات کب آئی حور کے ہاتھ؟

سینہ پہ نگاہ جاکے تھک جائے | جوبن کیطرح سے جی ڈھلک جائے

خوبی کا خزانہ وہ شکم تھا | موتی کا ذخیرہ زیرِ یم تھا

ناف اُسکے کمر سے اسطرح پاس | خاتم میں جڑا ہو جیسے الماس

رکھتی نہ تھی حاجت آئینہ کی | زانو میں تھی صورت آئینہ کی

نازک تھے جو بسکہ پائے گلفام | جُنباں تھے قدم قدم پہ ہر گام

مو فرق سے تا کمر عیاں تھے | یہ آتشِ حُسن کا دھواں تھے

صورت میں بھری ہوئی تھی شوخی | قامت میں بھری ہوئی تھی شوخی

اس طرح شکنتلا بصد ناز | واں جلوہ فروز تھی خوش انداز

دو ساتھ سہیلیاں تھیں گلفام | انسویا اور پریمبدا نام

کچھ پاسِ نزاکتِ بدن تھا | ہلکا سا لباس زیبِ تن تھا

گو وضع میں سادگی کا تھا ڈھنگ | پھوٹا پڑتا تھا حُسنِ خوشرنگ

عالم تھا شباب و دلگی کا | تھا دَور عجب ہنسی خوشی کا

بھر بھر کے گھڑے وہ کھینچتی تھیں | ہر شاخ و شجر کو سینچتی تھیں

رُک رُک کے وہ کھینچنا غضب تھا | جُھک جُھک کے وہ سینچنا غضب تھا

ہر سو تھا گلوں میں آب جاری
تھی حوضِ گلاب ہر کیاری

ظاہر تھی مثالِ سادہ لوحی
نظارۂ حالِ سادہ لوحی

چل کر وہ قدم قدم پہ رُکنا
یا پھولوں کی شاخ کا تھا جُھکنا

وہ عارضِ سُرخ پر عرق سے
بارش کا نظارہ تھا شفق سے

اُڑ اُڑ کے وہ آنچلوں کا پھنسنا
شرما کے وہ مُنہ کو موڑ ہنسنا

اِک اک کا مذاق کی وہ لینا
اِک اِک کا غضب وہ چھینٹے دینا

وہ حُسن کی ہائے بے نقابی
وہ مستی و لُطفِ بیحجابی

قرباں ہوتا تھا دل صدا پر
نکلی جاتی تھی جاں ادا پر

وہ محوِ نظارۂ پریرو
یعنی وُشنینت شاہِ خوشخو

دیکھی جو وہ شانِ حُسنِ دلسوز
دل میں ہوا عشق آتش افروز

مفتون مبتلا ہوا وہ
دلدادۂ دلربا ہوا وہ

آنکھوں سے نظر نے دل اُڑایا
خوش چشم کے بر میں جا چھپایا

تشویش ہوئی جو دل میں پیدا
یوں ورد غزل میں تھا ہویدا

غزل

کس مہ سے ہوئیں دوچار آنکھیں
کتاں سی ہوئیں فگار آنکھیں

کس شوخ ادا نے دل چرایا
پھرتی ہیں جو بیقرار آنکھیں

افشاں نے یہ کس کے رنگ ڈالا
ہونے لگیں اشکبار آنکھیں

دیوانہ بنا رہی ہیں دل کو
یہ کس کی غزال وار آنکھیں

دیکھوں وہ جمالِ عالم افروز
ہوں کاش کہ بیشمار آنکھیں

کس شمع سے آہ یوں لگی لو
برسانے لگیں شرار آنکھیں

کیا اُس سے توقّع وفا ہے
آخر ہیں اُمیدوار آنکھیں

کس مستِ شباب کی کشش ہے
جُھکتی ہیں جو بار بار آنکھیں

ہو عشق میں سحرؔ اشکباری
خواہش ہے کہ ہوں ہزار آنکھیں

بیتاب تھا یوں اِدھر یہ ناکام
گلگشت میں تھی اُدھر وہ گلفام

دونوں میں غضب کا بانکپن تھا
دونوں میں تناسبِ بدن تھا

دونوں تھے فروغِ دہر خوبی
دونوں تھے مہِ سپہر خوبی

دونوں میں ادائے یار کا ڈھنگ
دونوں میں شباب و حُسن کا رنگ

تصویرِ خیالِ حُسن دونوں
تنویرِ جمالِ حُسن دونوں

تھا عشق سے اب مگر یہ عالم
ذرّہ سے بھی نورِ مہر تھا کم

شوخی سے نہ واں تھی کچھ اُسے کل
تھا دل کی تڑپ سے یاں یہ بے کل

جو بات تھی واں، وہ فرحت انگیز
یاں لب پہ تھا کلمۂ جنوں خیز

واں سایۂ خور سے پُر ضیا چاند
یاں پرتوِ مہ سے مہر تھا ماند

خنداں تھی وہ واں بصورتِ گُل
نالاں تھا یہ یاں بسانِ بُلبل

یاں حال تھا یہ، اُدھر یہ تدبیر
تھا وصل سے عشق گرمِ تاثیر

اُڑ کر ناگاہ ایک بھونرا
چہرہ پہ شکنتلا کے پہونچا

بھاگی وہ، کنارے ہٹ گئی پھر
سُکڑی، دبکی، سمٹ گئی پھر

ہاتھوں کو پٹک پٹک اُڑایا
آنچل کو جھٹک جھٹک اُڑایا

آخر چلّائی ڈر کے مجبور
"سکھیو! دوڑو! اسے کرو دور!

"پھر ہاے وہ دیکھو آرہا ہے
ناحق یہ مجھے ستا رہا ہے"

واں پاسِ وفا تھا کمسنی تھی
ہر لحظہ لگاؤ تھا، ہنسی تھی

بولیں وہ کہ "جا! جہاں ہے دشمنت
فریاد رسِ زماں ہے دشمنت"

"یہ بار اُٹھانے والی ہم کون؟
ہیں تجھکو بچانے والی ہم کون؟"

یاں چھیڑ تھی لطفِ متّصل میں
واں شہ نے کیا خیال دل میں

"جو کچھ ہو، چلو اسی بہانے
موقع دیا طالعِ رسا نے"

پہونچا وہیں، جو تھی جاے اُمّید
وارد ہوا سنبلہ میں خورشید

پوچھا "اے مہوشانِ خوشرو!
کیوں شور ہے؟ کون ہے جفا جو؟

قاطع ہوا کون آشتی کا؟
دعوے ہوا کس کو سرکشی کا؟"

شرمائیں یہ دیکھکر وہ تا چند
لب، غنچہ کی طرح ہو گئے بند

وہ حسن و جلال کی تھی مورت
ششدر تھی ہر ایک بت کی صورت

آخر اُٹھوایا بانداز
بولی "نہیں کوئی فتنہ پرداز"

اُس گل کی وہ دلبری سُنائی
زنبور کی خود سری سُنائی

پھر شہ کو بٹھا کے با مدارات
رُک رُک کے حیا سے پوچھے حالات

"کیا نام؟" کہا۔ کہا کہ "گمنام"
"کیا کام" کہا۔ کہا کہ "ناکام"

پوچھا کہ "حصولِ دستگیری؟"
بولا کہ "حفاظتِ فقیری"

یاں بہرِ شکنتلا وہ صورت
تھی عقدہ کشائے رازِ اُلفت

خود اُٹھ گئی، سر جھکا کے بیٹھی
تینوں سے علیحدہ جا کے بیٹھی

وہ محوِ جمالِ دلربا تھی
یوں عشق کی دل میں ابتدا تھی

تھا عشق سے شرم کا بھی چالا
کن آنکھیوں سے دیکھتے وہ خط و خال

سوچی وہ دیکھ بھال رسمیں
"شعلہ ہے نہاں ضرور خس میں"

"یہ کوئی بشر حجاب میں ہے
پوشیدہ گہر حباب میں ہے"

سمجھی نہ وہ سادہ لوح زنہار
ہیں حضرتِ عشق کے سب آثار

مضطر تھا جو یاں گماں سے عاشق
واں وہ ہوئی لاکھ جاں سے عاشق

تھا دل میں بسا خیالِ محبوب
پوچھا راجہ نے حالِ محبوب

انسوئیا تب بہ خوش بیانی
کہنے لگی عشق کی کہانی

وہ بسوامتر کی عبادت
وہ رشک کی ہر ملک کی عبادت

وہ عرش سے مینکا کا آنا
وہ نفس کا قسرِ زہد پاتا

غنچہ میں وہ دخلِ موجِ صرصر
وہ نکہتِ گل وجودِ دختر

عابد کا وہ خوف اپنے شر کا
شعلہ کا وہ چھوڑنا شرر کا

وہ کنّو کا اس کو بن سے لانا
وہ نام شکنتلا رکھانا

یوں ختم کیا ترانۂ عشق
سارا وہ کہا فسانۂ عشق

باتیں تھیں یہ آشنائیوں کی
گھاتیں تھیں یہ دلربائیوں کی

اُٹھا اتنے میں شور ناگاہ — دیکھا تو تھا سر پہ لشکرِ شاہ

واقف تھے نہ رازِ عشق سے وہ — غافل تھے نیازِ عشق سے وہ

آتے ہی دکھائے طرزِ غمّاز — وہ پردۂ اِسم ہوگیا باز

دیکھا جو یہ شہ نے کارخانہ — مانگی رخصت، ہوا روانہ

دل چھین کے لیگیا جو طرّار — بس دل میں شکنتلا ہوئی زار

ہرچند سہیلیوں کا تھا پاس — شیشہ میں مگر چھپا نہ الماس

کہتی تھی نہ جسکو خوفِ شر سے — وہ بات عیاں تھی چشمِ تر سے

یاں دل میں چھپا وہ شعلۂ برق — یاں زورقِ صبر ہوگئی غرق

تھا سیلِ الم جو جاں پر اُسکے — آئی یہ غزل زباں پر اُسکے

غزل

کس دشمنِ جاں سے لڑگئی آنکھ — قابو سے جو اپنے ہے بری آنکھ

حیراں جو کسی کے حسن سے ہے — پتلی سے بنی ہے آرسی آنکھ!

پڑتی ہیں زمین پر نگاہیں
آنکھوں میں سیاہ ہے زمانہ
مانا یہ کہ دل نہیں ہے، لیکن
کھایا ہے کسی نگاہ کا تیر
دشوار ہوا نظر کا پھرنا
کیوں خندۂ گل ہے طعنہ زن آج

کیا عشق کی ہے یہ بندگی آنکھ؟
پھیری جو کسی نے اک ذری آنکھ
کیوں اب نہ رہی وہ آنکھ سی آنکھ
بیوجہ نہیں ہے خوں بھری آنکھ
اِس طرح سے آہ، کچھ لگی آنکھ
ہر گل کی تو کرتی تھی ہنسی آنکھ

کیا درپئے جورِ سحر ہے چرخ
کیوں پھر گئی ماہ و قمر کی آنکھ

تیسرا باب

شادی

رباعی

ہے بس کششِ مہر سے گیتی کا وجود
ملتے ہیں کشش سے سارے بود و نابود
مخلوق میں ہو کشش نہ کس طرح عیاں
جب طبقۂ خاک میں کشش ہو موجود
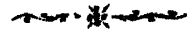
آیا ہے جو ذکرِ وصل اسے راس
اس طرح قلم ہے محوِ قرطاس
جب ہمدمِ عاشقانِ پُرسوز
مشرق سے ہوا ز ماہ افروز
وہ صیدِ کمندِ زلفِ دلدار
یعنی دُشینت نو گرفتار

بہرِ تسہیلِ حلِّ مطلب — تنہائی کا سوچنے لگا ڈھب
سوچا کہ "یہ شان نامزا ہے — تنہائی میں عشق کا مزا ہے"
آخر پاتے ہی حکمِ شاہی — لشکر ہوا سوے شہر راہی
اور آپ دیارِ جاں تک آیا — بُلبل ساں وہ گلستاں تک آیا
تھی روح مگر وفا کے بس میں — فانوس تھا شمع کی ہوس میں
مژگاں نے کیا تھا آنکھ میں گھر — دیوانہ کو تھی تلاشِ نشتر
پایا جو غرض، نشانِ منزل — آنکھیں ہوئیں کاروانِ منزل
واں ایک مقام پُرفضا تھا — دیکھا تو درِ اُمید وا تھا
یعنی اِک جا میانِ اشجار — ظاہر تھی نشستگاہِ دلدار
غلطاں تھی شکنتلا جگرسوز — سایہ میں پری تھی جلوہ افروز
یوں رُخ سے رواں تجلّیِ آب — جس طرح سحر سے شکلِ مہتاب
یہ حال ہوا سے زُلف کا تھا — اِک دود تھا آتشِ جگر کا

اُس دیدۂ نیم باز کی دید — کچھ یاس دکھاتی تھی، کچھ اُمید

مطلوب تھا صبر بہرِ مضطر — سینہ پہ تھے چھاتیوں سے پتھّر

جھڑتے تھے نہ آہ، اشکِ دُربار — یہ شُبحۂ عشق تھی نمودار

دل ہی تو نہ تھا وجودِ حسرت — کُل جسم تھا اک نمودِ حسرت

تھے غم میں ستارے راس اُسکے — دو لو سکھیاں تھیں پاس اُسکے

یا شرم و حیا حجاب کے گرد — یا مہر و وفا شباب کے گرد

دو ذرّے تھے آفتاب پر غش — یا کوئی مجوس محوِ آتش

بہرِ فلکِ سوز، دائیں بائیں — آنچل سے وہ دیتی تھیں ہوائیں

بادل میں سماں تھا روشنی کا — سایہ تھا قمر پہ چاندنی کا

کہتی تھیں "یہ اضطراب کیوں ہے؟ — اسطرح یہ پیچ و تاب کیوں ہے؟"

"ہے کس بُتِ فتنہ خیز سے کام؟ — کیوں محو ہے تجکو خوابِ آرام؟"

"کس گُل کی تجھے تلاشِ بو ہے؟ — کس جادۂ گُم کی جستجو ہے؟"

"ہے عشق میں بس غمِ جُدائی — انجام ہے اس کا بیوفائی!"
"رنگ، آہ، اُڑا ہے رنگِ تمثال — مُرجھا گئے وہ، جو گُل سے تھے گال"
"مُو، رُخ پہ نڈھال آگئے ہیں — آئینہ میں بال آگئے ہیں"
"ہاں سوچ! فہیم تو بڑی ہے — دُشینت کو تیری کیا پڑی ہے؟"
"آزاد کو کیا اسیر سے کام؟ — اِک شاہ کو کیا فقیر سے کام؟"
"ہے اپنی نجات اگر گوارا — کر ساحلِ عشق سے کنارا!"
یہ سُن کے کہا شکنتلا نے — دردِ غمِ دل کی آشنا نے
"جادو یہ نہیں کہ سحر چل جائے — سایہ یہ نہیں کہ سر سے ٹل جائے"
"کچھ سہل نہیں ہے بے نیازی — کچھ کھیل نہیں ہے عشقبازی"
"مجھ سی ہو سہی کہیں تو جانو — ہو آنکھ لڑی کہیں تو جانو"
"سمجھاؤ اُسے جو ہو خرد مند — دیوانہ کو کیا ہے حاجتِ پند"
"مجبور ہوں دل سے ہائے افسوس — میں آپ ہوں مبتلائے افسوس!"

"کچھ لطف ہے انتظار میں بھی
کچھ کیف ہے ہجرِ یار میں بھی"

"گو حال ہو اور اپنا ابتر
اُٹھ جائے گی آپ جو پڑی سر"

"اب وصل ہو یا ہو مرگ جانے
دیکھو تو خدا کے کارخانے"

"ہمدرد ہو، غمگسار ہو کر
قربت رکھو پاسدار ہو کر"

کہکر یہی ہوگئی وہ خاموش
معشوق کی دُھن میں خود فراموش

وہ تفتۂ نارِ عشق یکلخت
یعنی دُشینتِ سوختہ بخت

یہ درد و الم کا حال سُنکر
تڑپا، تپِ یاس و غم میں بُھن کر

اِس طرح اُڑا قرار تن سے
ہووے گلِ مُردہ جوں چمن سے

بارے درِ صبر جب ہوا بند
جوں نالہ چلا وہ آرزومند

چھپ چھپ کے شکنتلا تک آیا
پردہ کی طرح حیا تک آیا

کانوں میں صدائے پا جو آئی
تینوں نے اُدھر کو آنکھ اُٹھائی

دیکھا تو کشش تھی جذبِ دل میں
پایا اثر آہِ متصل میں

سکھیاں گئیں دونوں رنج و غم بھول
گُل بن کے شگفتلا گئی پھول

برسا پھر ایک نور تن سے
نکلا مہتاب پھر گہن سے

ہمراز تھیں دونوں بسکہ دانا
جو پاسِ حجاب تھا وہ جانا

اُن کو وہیں چھوڑ ہٹ گئیں وہ
مانندِ نظر پلٹ گئیں وہ

تنہا دُشینت نے جو پایا
دلدار کو سینہ سے لگایا

گستاخی شاہ پر بھڑک کے
اُٹھی وہیں شعلہ رو بھڑک کے

معشوقہ کو دیکھکر غضبناک
دامن سے گرا وہ صورتِ خاک

اُس بت پہ وہیں نثار ہوکر
بولا یوں شرمسار ہوکر

"ناحق مجھے تو نے سرزنش کی
یہ تیرے ہی حُسن کی کشش تھی"

"کب ورنہ زمیں فلک کے قابل؟
انسان کہاں مَلک کے قابل؟"

"سائل پہ بجا ہے مہربانی
مائل کی روا ہے قدردانی"

"عاشق کی کر آرزو کا کچھ پاس
مت توڑ اُمیدوار کی آس!"

تب اُسنے کہا کہ "اے مہاراج! / محتاج ہیں، آپ صاحبِ تاج"

"مجھ زار سے آپ کی ہنسی کیا؟ / راجہ کی گدا سے دل لگی کیا؟"

"ابرام کے قابل اُف کہاں ہوں / میں آپ ہی تنگ و نیم جاں ہوں"

"کب مجھکو کسی کا آسرا ہے؟ / غم ہی فقط ایک باوفا ہے!"

"برگشتہ ہوئی ہے ہاے تقدیر / دِل مجھ سے پھرا ہے، واے تقدیر!"

"آنکھوں میں مرے جہاں ہے تاریک / شب تیرہ ہے، دن بھی یاں ہے تاریک!"

"تو شاہِ کرم، میں طالبِ رحم! / تو بحرِ عطا، میں واجبِ رحم!"

یہ کہکے بھر آیا جی جو یکبار / ڈوبی یمِ خامشی میں، ناچار

کچھ جوشِ شباب، کچھ حیا تھی / کچھ جذبۂ عشق، کچھ وفا تھی

رونے لگی دل پہ رنج سہہ کے / جوں اشک گری قدم پہ ڈھہ کے

روکا راجہ نے جوشِ غم کو / ٹھہرا لیا قلبِ پُرالم کو

جیتا ہوا اپنا دِل جو پایا / بڑھ کے اُسے ہار سا لگایا

بولا کہ "سُن اے نگارِ مہوش!
گلچہرہ و گلعذارِ مہوش!

"یاں نقش ہے با ہزار تنویر
آئینۂ دل پہ تیری تصویر"

"ہے تجھ سے متاعِ عیش تاراج
اور رنگ خیال و خواب ہے تاج"

"بھولا ہوں میں سب خزانۂ شاہ
ہے تیرے ہی گنجِ حُسن کی چاہ"

"چھوڑا حَشَمِ شہی وطن میں
آوارہ فقیر سا ہوں بَن میں"

"گیسو کا ترے خیال کیا ہے
ہر دم مرے سر پہ اک بَلا ہے"

"آنکھوں کی چمک ہے جی جلاتی
بجلی سی نظر سے ہے گراتی"

"اَبرو کے ترے خیالِ خَم سے
ہوں قوس سا سرنگوں الم سے"

"یوں ہی جو رہا غمِ نہانی
تو مرگ ہے آہ! زندگانی"

"یاں ہجر میں تیرے رشکِ خورشید!
ہر لحظہ تپاں ہے قلبِ نومید"

"ارماں کو ترا وصال بس ہے
حسرت ترہے، یہی ہوس ہے"

"ہجراں سے مجھے نجات ہو جائے
ہاں، مجھ پہ کچھ التفات ہو جائے!"

یہ سُنکے کہا کہ "آہ، افسوس!　اپنا بھی ہے دل تباہ، افسوس!

"کچھ ہے، تو یہ چارۂ الم ہے　اک اور مرا شریکِ غم ہے"

"تجھکو ہی فقط نہیں مری چاہ　دلدادہ تری ہوں میں بھی لے شاہ!"

"جسوقت سے دیکھی تیری صورت　مجھپر بھی کھلا ہے رازِ اُلفت"

"بھولی ہوں گلوں کا حسنِ خوش رنگ　غنچوں سے بھی ہوں میں سخت دلتنگ"

"تغیرِ زمانہ ہے نظر میں　نے شام میں لطف، نے سحر میں"

"ڈرتی ہوں کھڑک سے برگِ تر کے　سایہ سے ہے خوف ہر شجر کے"

"جس چیز سے تھی بکمال رغبت　اب اُس سے ہوئی ہے سخت نفرت"

"دل خوش تھا سو اب ہے زار مجھ بن　ہے آہ، خزاں بہار تجھ بن"

"ابتر ترے عشق میں ہے حالت　ہے تن سے پریدہ رنگِ صحت"

"چندے جو رہا یہ دورِ ہجراں　مرنے ہی پہ ہوگا وصلِ جاناں"

"ہو رل کے بہم بسر جو چاہو　زنہار نہ مجھسے اب جدا ہو!"

یہ کہکے غمِ حجاب آیا — روئی، ہاتھوں سے مُنہ چھپایا
راجہ نے دوا سے بیدلی کی — سینہ سے لگا کے دلدہی کی
معشوق کا پا کے باوفا عشق — دُونا دلِ شاہ میں ہوا عشق
شادی کی تھی غم رسیدوں کو چاہ — گندھرپ طریق سے کیا بیاہ
یاں شوقِ وصال جوش زن تھا — واں عذرِ نزاکتِ بدن تھا
یاں یہ نشۂ شباب سے سُرخ — واں وہ اثرِ حجاب سے سُرخ
یاں نکلے کلام سے کچھ ارماں — خاموشی سے دل میں حسرتیں واں
یوں گزری جو حد سے کششِ دل — دونوں کو ہوا قرار مشکل
تھا پردۂ شرمِ عشق سے چاک — خوش ہو کے بہم ملے دو غمناک

- - - - - - - - - - - - - - -

تھی میل میں دل لگی کی صورت — شادی سے بنی خوشی کی صورت
اُس گل سے ہوئی اُمید بر کی — آمد ہوئی سرو میں ثمر کی

گزری جو شبِ [illegible] ہمرانی
خاتم غرض اپنی [illegible] پہنا کے
رخصت [illegible] ہوئی دلربا سے
دِل رنجِ فراق سے بھر آیا
کی عہدِ وفا کے بعد رجعت

سوچا وہ کہ دو کوئی نشانی
لایا اُسے حلقہ میں وفا کے
تسکین بخشی، دِیئے دِلاسے
بوسے لئے اور گلے لگایا
آنسو پونچھے، کہا کہ "رُخصت!"

یوں آس بندھی شکستہ تن کی
دُشینت نے راہ لی وطن کی

چوتھا باب

انجامِ بیخودی

رُباعی

جب آنکھ لگی تو دل سے گم تھا سب کچھ
صبر و آرام و ہوش اپنا سب کچھ
غفلت کا بُرا ہو، یا ہوا اچھا، انجام
اِک یادِ رہا تو، شق، بھولا سب کچھ

کرتا ہے جو ذکرِ غم کا ساماں
یوں خامہ صریر سے ہے نالاں
وہ کُشتۂ تیغِ عشق دلدار
یعنی وہ شگفتہ دل افگار
سختیِ غمِ فراق سہتی
محبوسِ تشدّدات رہتی

سکھیوں سے کبھی الم بٹاتی
گہ بیاہ کا ماجرا سناتی

بڑھتا جو کبھی شکِ نہانی
خاتم تھی دوا سے بدگمانی

دل سوز سے ہو رہا تھا مانوس
جلتی تھی برنگِ شمعِ فانوس

سب کرتی تھی بھوک پیاس برباد
شیرینی و آبِ حُسن کی یاد

گھٹتی جاتی زوالِ تن کر
مضطر رہتی خیالِ تن کر

دل میں ہوسِ کنارِ معشوق
اور آنکھ میں انتظارِ معشوق

اِک روز کہ بس وہ روز تھا نحس
شبہائے فراق سے سوا نحس

وحشت میں چلی نکل کے بن کو
گلبن سی رواں ہوئی چمن کو

چلنا کِس کا تھا، کیا ٹہلنا؟
منظور تھا دل کا کچھ بہلنا

دیکھا جو یمِ رواں کو مسرور
پانی سے بھر آئی چشمِ مہجور

وا اثر و نہ غم حباب دیکھے
امواج کے اضطراب دیکھے

اندوہِ نہاں تھا حسرت افزا
بے یار سماں تھا حسرت افزا

دیکھا جو گلوں کو چاک داماں
شبنم صفت اُنپہ روئی نالاں

سُنبل نے اُڑائے زلف کے بال
لالہ نے دکھائے یار کے خال

رفتار۔ نسیم دلربا تھی
دانائی و عقل سب ہوا تھی

دل میں جو ہوا فزوں ز حد رنج
کہنے لگی یہ غزل بصد رنج

غزل

اُمید نہیں وفا سے تیری
اک آس ہے ہاں جفا سے تیری

اُلجھا ہے جو آہ، قلبِ مضطر
گیسو میں ترے بلا سے تیری

اے رشکِ شمیم! باد رفتار!
پوچھیں گے خبر صبا سے تیری

ہم بھی سیکھیں گے سحرِ تسخیر
آب دیدۂ سُرمہ سا سے تیری

کھنچنے پہ ترے ہے رشک افزوں
ہم تنگ ہوئے قبا سے تیری

کیوں وصل میں عذرِ ناز کی تھا
شکوہ ہے ہمیں ادا سے تیری

غنچہ سے بھی آرہی ہے آواز
یہ بات کھلی صدا سے تیری

ہم مر گئے، ہائے بختِ معکوس! یادِ لبِ جانفزا سے تیری

ہر جا ہے تو، سحرؔ کی نظر میں
حیراں ہوں پھر حیا سے تیری

کہتی تھی کہ "اے بہارِ قدرت! اے ہوش رُبا نگارِ قدرت!"
"ہے جبکہ کشش تری اداؤں میں کھینچا اُسے کیوں نہ پھر فضا میں؟"
"نرگس کی پھری تھی چشمِ بد خو رُوکا نہ اُسے چلا کے جادو"
"سوسن! تو ہی خوش بیاں ہوتی تیرے مُنہ میں زباں ہوتی!"
"سیدھا نہ تھا ہائے تو بھی شمشاد! کچھ آئی نہ روک تھام کی یاد"
"سبزہ پہ کبھی نیند کا رہا بار اُنگلی سے نہ پکڑے پاسے ولدار"
"تو ہی مِری آہ! کچھ ہوا باندھا پیچوں میں اثر کے اُسکو باندھا"
"واں تک نہ گیا خروش تیرا اے نالہ! عبث ہے جوش تیرا"
"ہے گریۂ یاس، اشکِ تر میں اک آگ سی ہے دل و جگر میں"

"ہیں ہجرِ صنم میں دونو یکساں

"کب تک کوئی بارِ غم اُٹھائے؟

"ہو خار نصیب اِس خلش کو!

"ہو دُور یہ کاوشِ نہانی

کہتی تھی کہ" اے خیالِ دلدار

"تصویر کا عکس سے ہو کیا کام؟

"ہے خیر اِسی میں، ہو ہَوا، جا!

"کُچھ لا سکے نہ رنگ ساتھ تیرا

"پچھتائے گا، ہوگا تو پشیماں

"اے دل! تجھے ہائے کیا ہُوا ہے؟

"دلبر کو بھی ہو اثر تو جانوں

"یوں ہی جو تڑپ تری رہے گی

اب شامِ فراق و روزِ ہجراں"

کب تک کوہِ ستم اُٹھائے؟"

یارب! لگے آگ اِس تپش کو!"

ہو مرگ نصیبِ زندگانی"

پرتو فگنِ جمالِ دلدار!"

کیا نقل سے اصل کا بھلا کام؟"

تو بھی مجھے چھوڑ کر چلا جا!"

ہو سُرخ نہ خوں سے ہاتھ تیرا"

کر دونگی میں تجھ پہ جان قرباں"

کیا دہر میں تو ہی مُبتلا ہے؟"

آئے وہ ابھی اِدھر، تو جانوں"

دُنیا مجھے ہائے! کیا کہے گی؟"

"پر نقصِ خیالِ شاہ کیا ہے؟ — جب عیب نہیں گناہ کیا ہے؟"
"اچھا ہے جو حال یوں ردی ہے — ہونے دے بُرائی جو بدی ہے"
"دیکھے گا کبھی تو شاہ آ کے — آثار جفا کے اور وفا کے"
"اے عشق! یہ نفرتِ وفا کیوں؟ — مظلوم پہ جبر کیوں؟ جفا کیوں؟"
"بدلی ہے بسانِ ابر حالت — رونے سے بنی ہے ہا گیا گت!"
"گھتے ہیں، اثر ہے تیرے بر میں — ہے سحرِ کشش تری نظر میں"
"گمنام نکر تو نام اپنا! — کر راہِ عمل میں کام اپنا!"
"احساں ترا کیا رہے گا سر پر؟ — نکلی جو تڑپ کے جانِ مضطر!"
اس طرح تھی محو وہ دلآرا — گزرا درویش اک قضارا
دُرباسا تھا اُس کا نامِ نامی — مشہور بخصلتِ گرامی
اُس دم تھی وہ سروقد جو معذور — تعظیم کو اُٹھ سکی نہ مجبور
عابد پہ جو آئی خشمناکی — تو ہو کے خفا یہ بد دعا کی

بھولی ہے تو جسکے غم میں ناشاد!
بھولے سے نہ وہ کرے تری یاد!"

واں اور ہی تھا خیال سر میں
تھی بے خبری دل و جگر میں

سکھیاں جو رواں تھیں سوے دمساز
دونوں نے سُنی دعا کی آواز

دیکھا جو فقیر کو غضبناک
قدموں سے لگیں وہ صورتِ خاک

اِک اُس سے کہی وفائے معشوق
اِک حالِ غم و جفائے معشوق

سُنکر وہ غمیں ہوا، کہا "ہائے!
ممکن نہیں، بات جھوٹ ہو جائے!

پھر سوچ کے بول اُٹھا وہ دلگیر
"بُتلاتا ہوں، خیر، رد کی تدبیر"

مُہر اپنی جو دیکھے شہ کہیں سے
یاد آئے گی نام کی نگیں سے"

یہ کہکے رہا نہ وہ ذرا پاس
یہ دونوں گئیں شکنتلا پاس

تسکین جو اُس کی تھی گوارا
یہ راز کیا نہ آشکارا

پانچواں باب

شکوۂ فراموشی
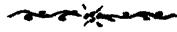
رُباعی

ہے باعثِ درد و غم صفائے معشوق
کمیاب ہوئی جنسِ وفائے معشوق
ہے شکوۂ روزگار اسے سحر عبث
مشہورِ زمانہ ہے جفائے معشوق
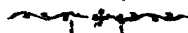
لکھتا ہے جو حالِ آہ وزاری
یوں کلک کی اب ہے اشکباری
چندے جو رہا یہ دورِ فرقت
تو بدلی شکنتلا کی حالت
آہوں سے رہا جو کام یکسر
چہرہ سے اُڑا وہ رنگِ انور

اُف لائی یہ رنگ اشکباری — زائل ہوئی آبِ جسم ساری

بیچاری حیا سے ضبط کرتی — اندیشہ سے جی ہی جی میں مرتی

سکھیاں جو وہ تھیں رفیق و ہمراز — بے طور یہ سمجھیں غم کے انداز

غمخوار جو اُسکی ہر زماں تھیں — خود بھی وہ غریب خستہ جاں تھیں

سوچیں کہ "بپا نہ کوئی شر ہو — ایسا نہو، اور یہ بتر ہو"

"ڈر ہے کہ جنوں میں ہو کے بیباک — کر لے نہ قبائے زندگی چاک!"

"یا عشق میں ایسی آرزو ہو — ہو جائے شہید۔ سرخرو ہو"

"یا وصلِ صنم کی آرزو میں — کھو جائے کہیں نہ جستجو میں!"

"بہتر ہے کہ کنج پاس جاکر — سب حال سنائیے چھپاکر"

"ممکن ہے کہ فکر وصل کی ہو — مایوس میں بوئے زندگی ہو"

یہ سوچ گئیں وہ نزدِ درویش — سب حال سنایا با پس و پیش

تھا رنج شکنتلا سے ناشاد — شادی کے خبر سے وہ ہوا شاد

سوچا :- کہ ہے گُل چمن کو موزوں
شوہر ہی کا گھر ہے زن کو موزوں

آخر کیا رہگذر کا ساماں
چلنے کو ہوا سفر کا ساماں

بارے جو دمِ وداع آیا
اُس روحِ رواں کو پھر بُلایا

بُولا کہ "ہے اب ندامت اِسجا
بیجا ہے تری اقامت اِسجا"

"راجہ سے ہوا ہے بیاہ تیرا
بہتر ہے وہیں نباہ تیرا!"

"کرنا طاعت نثار ہوکر
رہنا خدمتگزار ہوکر"

"اکسیر ہے خاکِ پائے شوہر
ہے حق کی رضا رضائے شوہر"

اِسطرح غرض سُجھا بُجھا کے
بولا "رخصت!" گلے لگا کے

مطلوب تھی رہنمائی ہرگاہ
دو چیلے کئے خضر سے ہمراہ

مجبور جو تھی وہ بے بسی سے
روئی بِل بِل کے ہر سکھی سے

کہنے لگیں اُس سے وہ خردمند
"اصلا نہیں تجکو حاجت پند"

"بھولے تجھے گر وہ شاہِ دانا
انگشتری بر محل دکھانا!"

'یوں بولی وہ بھولے پن سے خاموش
"کرنا نہ مجھے کبھی فراموش!"

"ہے رنج کے بعد شادمانی
پھر دیکھیں گے، ہے جو زندگانی"

پھر رو کے کہا یہ بے تأمل
"تارے مری آنکھ کے ہیں یہ گُل!"

"رکھنا شاداب انھیں تری سے
خشکی[1] کرنا نہ بے سری سے"

دیوارے در سے مل کے روئی
اِک ایک شجر سے مِل کے روئی

رو رو کے کہا کہ "اے گُلِ باغ!
ہیں یاد کو تیرے دل کے بس داغ!"

"پھولے گا مدام تو اثر سے
سینچے جاتی ہوں اشکِ تر سے"

"اے آہوے دشت ہو اجازت!
دیوانہ کو اپنے دو اجازت!"

"اے جملہ طیورِ نغمہ خواں! ہائے!
اب اُٹھتا ہے یاں سے آشیاں ہائے"

"تفریحِ فضاے دشت! رخصت!
ترویحِ ہواے دشت! رخصت!"

پھر دیکھ کے آخری نظر سے
بن کو نکلی غریب گھر سے

تھی دل میں غمِ وطن کی توقیر
چلتی تھی وہ جیسے ماندہ رہگیر

[1] معنی کسر: جھری

یوں گم تھی وہ خود کو کھونے والی ملتی نہیں بات ہونے والی

کچھ دور گئی تو ایک دریا لکھا قسمت کا سامنے تھا

تھا اُس سے بھرا جو چرخِ پُرفن پانی پہ گئی وہ سوختہ تن

دھونے کی جو دست و پا کے تھی جا ڈوبی دریا میں خاتمِ شاہ

اِس طرح نشانِ حُب مٹایا بیہوش کو ہوش کچھ نہ آیا

منزل پہ غرض وہ جا کے پہونچی راجہ کے محل تک آ کے پہونچی

درخواستِ اجازتِ گزر کی دربان نے جا وہیں خبر کی

دُشینت نے تب اُسے بُلایا آئینہ کو روبرو منگایا

عابد کی دعا میں پُر اثر تھا دیکھا تو وہ شاہ بیخبر تھا

پوچھا "اے حور! اے پری رو! کس باغِ جناں سے ہے اُڑی تو؟

"وجہِ عدم قرار کیا ہے؟ کیوں آئی ہے؟ مجھ سے کار کیا ہے؟"

بولی وہ یہ دیکھ طرزِ بیداد "مظلوم ہوں، کر رہی ہوں فریاد"

"میں ساکنِ خانۂ الم ہوں
ناکام ہوں مُبتلائے غم ہوں"

خُدّام کو ہے مطاع کا ساتھ
خورشید سے ہے شعاع کا ساتھ

"تیری ہی کنیزِ باوفا ہوں
تیری ہی تو باسے کتخدا ہوں"

"تیرا ہے" تو ظلمِ بیوفائی
"اپنا ہے" تو جرمِ آشنائی؟

اس بات نے شاہ کو ہنسایا
تقدیر نے طرفہ گُل کھلایا

بولا وہ کہ "مجکو کہتی ہے کیا؟
کچھ ہوش ہے؟ کہہ تو، کہتی ہے کیا؟

کس دُھن میں ہے؟ کیسے حال میں ہے؟
کیا دھیان ہے؟ کس خیال میں ہے؟

میں کیا جانوں تری کہانی؟
کیسی شادی؟ کہاں کی رانی؟"

راجہ کی جو کج ادائی دیکھی
سو عشق کی بیوفائی دیکھی

تھی خستہ دلِ فگار پر وہ
گریاں ہوئی حالِ زار پر وہ

تھا صبر و قرار وقفِ تاراج
بولی گھبرا کے "اے مہاراج!

"کیوں ہائے تجاہل اسقدر ہے
سب رکھکے خبر بھی؛ بیخبر ہے!"

"نادان بنا ہے ہو کے دانا — انجان ہوا ہے، جبکہ جانا"

"وہ صید، وہ بن تجھے نہیں یاد؟ — وہ دل کی لگن تجھے نہیں یاد؟"

"بھولا وہ غمیں ادا سے شادی؟ — یعنی وہ شکنتلا سے شادی؟"

"اے کاش تبھی حجاب ہوتا! — بچنا تھا تو اجتناب ہوتا!"

"یاں میں ہوں غریقِ چاہِ الفت — واں خاک ہے نقشِ راہِ الفت!"

"واجب ہے لحاظِ عشقبازی — دلبر کو بجا ہے دلنوازی"

"آئے ہوئے پر ستم ہے ہیہات — مہماں کی ضرور ہے مدارات"

"گر کچھ ہے خیالِ آزمائش — میں خود ہوں مثالِ آزمائش"

"غربت میں ہوں خوار تیری خاطر — چھوڑا گھر بار تیری خاطر!"

"میں محبسِ عشق میں ہوں دلتنگ — سختی سہتی ہوں صورتِ سنگ"

"اٹکی ترے دم سے جانِ بیمار — ہیں مرگ و حیات دونوں دشوار"

"کیا علم تھا، طالعِ وژم ہے — قسمت میں حصۂ الم ہے"

"ورنہ مرا جی کے صبر کرتی
مجبور تھا دل تو جبر کرتی!
"اچھا تو شہادتِ وفا دوں
باور نہیں گر تجھے دکھادوں"
انگلی پہ یہ کہکے، آنکھ ڈالی
دیکھا خاتم سے ہاتھ خالی
گھبرائی کہ کیا ہوئی انگوٹھی
سچّی ہوتی ہے بات جھوٹی
بیتاب ہوئی جو اور غم سے
پڑھنے لگی یہ غزل الم سے

غزل

مطلوب پہ یہ عتاب کیوں ہے
مظلوم ہوں، پھر عذاب کیوں ہے
طوفاں کوئی ہوگا اور برپا
پھر اشک میں خونِ ناب کیوں ہے
تدبیرِ سکوں نہیں کوئی آہ
دِل ورنہ پُر اضطراب کیوں ہے
میرے لئے میری رازدانی
گر نحس نہیں، حجاب کیوں ہے
ہوں دامِ بلا کی میں تو نخچیر
اب زلف میں پیچ وتاب کیوں ہے
کچھ شائبہ اپنے بخت کا ہے
اُس طبع میں انقلاب کیوں ہے

وعدہ ترا نقشِ کالحجر تھا
اب وہ نقشِ برآب کیوں ہے

اچھا ہے تڑپ کے روح نکلے
بیفائدہ اضطراب کیوں ہے

تھی بات تری تو راست اے سحر
اب کلمۂ ناصواب کیوں ہے

راجہ نے کہا "اڑا نہ باتیں
خاموش ہو بس، بنا نہ باتیں"

"بدنام نہ نیک راہ کو دے!
الزام نہ بیگناہ کو دے!"

"افسوں سے چلی ہی لینے مجکو
آئی ہے فریب دینے مجکو!"

"خود رفتہ نہیں کہ بھول جاؤں
کچھ بات بھی ہو تو یاد لاؤں"

"کیا رشتۂ حب، نباہ کیسا؟
بیگانہ سے عقد و بیاہ کیسا؟"

"ہر چند ہے پاسِ مقصدِ خیر
ممنوع ہے صحبتِ زنِ غیر"

"گو ترس مجھے بھی سر بسر ہے
پر قہرِ خدا کا سخت ڈر ہے!"

"بہتر ہے کہ اپنا راستا ڈھونڈھ
کھویا ہے جسے اُسکو جا ڈھونڈھ!"

راجہ سے جو یوں جواب پایا | سائل نے نراس سر جھکایا

بولی "قسمت کا جو لکھا ہو! | راضی ہوں اوسی پہ جو رضا ہو!"

"امید سے آئی شاد ہو کر | اب جاتی ہوں نامراد ہو کر!

یاد آئے گی میری پر کسی دن | پچھتائے گا سوچ کر کسی دن"

"محروم ہوں اپنے ہم بغل سے | جوڑی باندھو گی اب اجل سے"

[illegible] جو نکلی صورت آہ | ہونے لگی ساتھیوں کے ہمراہ

[illegible] کہ اُسے کثیف دامن! | کس رُخ سے چلے گی اب تو بن؟

[illegible] راجہ نے ہاتھ تیرا | بہتر نہیں اب تو ساتھ تیرا!

[illegible] چلے وہ منہ کو موڑا | پیچھے اُسے نقشِ پا سا چھوڑا

[illegible] حسرت کلامِ یاس سن کے | روئی مایوس سر کو دھن کے

[illegible] ہے یہ دن خدایا | دَورِ ایام نے دکھایا!"

[illegible] نہیں کوئی وقت امداد | ساتھی نہیں کوئی بہرِ امداد"

"اب عشق! بتا کدھر رواں ہوں؟ آوارہ، غریب، لامکاں ہوں!"
یوں سوچ میں وہ کھڑی تھی ناچار ناگہ ہوئی مینکا نمودار

ہالہ میں لیا قمر کو جاکے
فردوس کو لے چلی اُڑاکے

چھٹا باب

غمگساری
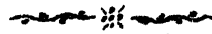
رُباعی

پہونچا کس کس کے جانِ شیریں کو گزند
افزوں ہوتی ہے اور بیتابیٔ سحر

کیا کیا ہیں زمیں کے جسمِ نازک پیوند
اُلفت میں نہ ہوگی کبھی تاثیر بند
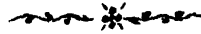
لکھتا ہے غمِ نہانِ عاشق
جب مینکا اُڑ چلی سما کو
لیجا کے اُسے مکاں میں رکھا

گویا ہے قلم زبانِ عاشق
ہاتھوں میں لئے شکنتلا کو
اک حور کو یوں جناں میں رکھا

گھبرائی شکنتلا کہا ”ہائے! | کس طرح یہ کیا سے کیا ہوا ہائے!“
”میں زار و نزار و نیم جاں ہوں | کیا جانئے کیا ہوں اور کہاں ہوں“؟
”جو عشق کی خوب ابتدا تھی | ہونی یہی اسکی انتہا تھی!“
”جاں دینے نہ پائی دلربا کو | دکھلائی وفا نہ بیوفا کو“
”یوں جذبۂ عاشقی نکلتا | کل آتی جو اپنا جی نکلتا!“
”اے دل! تری کچھ ہوئی نہ قدر آہ | بہ جا کہیں آنسوؤں کے ہمراہ!“
”دے تن کا کبھی نہ لحظہ بھر ساتھ | جان اڑ کے نفس کا دے اگر ساتھ“
”آہستہ جلا جلا کے حاصل؟ | اکبار ہی پھونک لے تپ دل!“
”جھوٹا ہی جب قرار دنیا | ناحق تھا پھر اعتبار دنیا!“
”تھے عشق کے جسکے لب پہ کلمات | پوچھی بھی نہ اُسنے بات، ہیہات!“
”حیراں ہوں کہ اُس نے کیوں جفا کی | کیا ہائے خطا تھی بیخطا کی؟“
”رویا نہ قفان بے اثر پر | دل تک نہ پسیجا چشم تر پر“

"کیا کیا تھے وہ عہدِ آشنائی ٹیڑھی ہے یہ آہ، کج ادائی"
"جانے پہ مرے اگر خوشی تھی ناحق تھی، جو یوں فرامشی تھی"
"دارو ہے ملال اور کیا تھی؟ تدبیر وصال اور کیا تھی؟"
"کام آئی نہ اشک کی روانی کیوں پھر گیا آبرو پہ پانی؟"
"تقدیر کا گو فتور ہے کچھ دل کا بھی مگر قصور ہے کچھ"
"دھبّا سا لگا ہے رنگ و بو کو بٹّا سا لگا ہے آبرو کو"
"رسوائی کے پردہ میں چھپا منہ دنیا کو دکھاؤں ہائے کیا منہ؟"
"نفرت یہ عیاں ہے ہر کہیں سے بچتی ہے اجل بھی مجھ حزیں سے!"
"اُس گل کی رہی نہ کچھ بھی بو، ہائے! اُمّید کی ڈوبی آبرو ہائے!"
"حسرت کا غبار ہو گا دل میں ارماں کا مزار ہو گا دل میں"
"جی ہی میں رہا وہ شوق جی کا اب لطف نہیں ہے زندگی کا"
"اے عشق! ابنائے عیش و آفات! خوب اپنے دکھائے ہیں کمالات"

"وہ عشرتِ وصل تھی کہ تھا رنج؟ تا ہجر میں اور ہو سوا رنج"

اچھا نہ کرونگی سے شکایت آ! وقت پہ تو ہی کر حمایت!"

سب سے مجھے بے نیاز کر دے! اپنا ہی شہیدِ ناز کر دے!"

کر، آکے، اجل! دوائے ناچار وا مثلِ بغل ہے چشمِ بیمار"

کتنوں کو چھڑا دیا الم سے آ، مجکو بھی دے نجات غم سے"

کیا رنج سے ہے پناہ کوئی ہمراز نہیں ہے، آہ کوئی"

پیاری سکھیو! تمھیں خبر ہے؟ کیونکر ہے شکنتلا؟ کدھر ہے؟"

چپکوں نے کہا نہ ہوگا کیا حال؟ کیا ہوگا الم سے کنوؔ کا حال؟"

"اک مجھسے ہوا یہ ہائے سب رنج کس کس کو ہوا مرے سبب رنج"

میں جینے سے یا خدا! گزرتی! بیزار ہوں جی سے، کاش مرتی!"

دکھڑا جو یہ رو کے آنکھ اٹھائی دی سامنے مینکا دکھائی

سب بھول چکی تھی محو ہو کر حیرت زدہ چونک اٹھی وہ سو کر

گھبرا کے کہا کہ "نام تیرا؟ — کیوں آئی ہے؟ کیا ہے کام تیرا؟"

بولی وہ کہ "ہائے کیا بتاؤں — مادر تری میںنکا پری ہوں"

"واقف ہوں ذمِ زمانہ سے مَیں — آگہ ہوں ترے فسانہ سے مَیں"

"گو تجھسے مدام مَیں نہاں تھی — ہر لحظہ تری نگاہباں تھی"

"بے یار و دیار تجھکو پاکے — فردوس مَیں لائی ہوں اُٹھا کے"

آگاہ جو ماں کو اُس نے پایا — چُپ ہو کے حیا سے سَر جھکایا

کچھ سوچ کے پھر بآہ و زاری — کرنے لگی شکرِ غمگساری

ماں نے اُسے ہمکنار کر کے — سینہ سے لگایا، پیار کر کے

پھر بولی کہ "اے نشانِ مادر! — اے دخترِ عزیز! جانِ مادر!"

"دُکھ ہے ترے غم کے ہونے پر ملے — اشک آتے ہیں، تیرے رشنے پر ملے"

"پُر جبر ہے راہِ عشق میں شرط — ہاں، صبر ہے راہِ عشق میں شرط"

"بے سود ہے اس تعب پر افسوس — تا حق ہے رضائے رب پر افسوس"

"ہوتا نہیں یہ جہاں کسی کا
ساتھی نہیں کوئی یاں کسی کا"

"ہمدم ہیں اگر، تو اپنے افعال
ساتھی ہیں اگر، تو صرف اعمال"

"کیا ہے یہ مُرقّعِ زمانہ؟
اک رنج و طرب کا کارخانہ!"

"راحت ہے جو یاں، تو صرف اسی میں
غم، غم میں نہو۔ خوشی، خوشی میں"

"رونے میں نہ یوں عبث گنوا وقت
آئے گا نہ لوٹ کر گیا وقت"

"ہونی تھی جو، ہو چکی وہ بیداد
پڑنی تھی جو، پڑ چکی وہ اُفتاد"

"کی شہ نے ضرور کج ادائی
لاریب بُری تھی بیوفائی"

"کچھ رنج و تعب کا پاس ہوتا
کچھ وعدۂ شب کا پاس ہوتا"

"ہے گرچہ عیاں فتور اُس کا
در اصل نہیں قصور اُس کا"

"ناحق ہے گِلہ کی یہ حکایت
کر اپنے ہی بخت کی شکایت"

"تو خود کو جو جانتی تھی مجبور
تھا وہ بھی کسی سبب سے معذور"

پھر کرنے لگی بہ خوش بیانی
وہ ذکرِ زمانِ باستانی

صحرا میں شکنتلا کا وہ غم
وہ عشق میں بیخودی کا عالم

دُرباسا کا وہ واں گزرنا
اُس محو کا وہ ادب نہ کرنا

وہ خشمِ فقیر، بددعا وہ
سکھیوں کا گزروہ، التجا وہ

وہ حالتِ منت و سماجت
درویش میں پھر وہ عودِ رحمت

پھر ردِّ دعا کی سب وہ تدبیر
وہ خاتمِ گمشدہ کی تاثیر

مادر سے یہ سُنکے ذکرِ جانکاہ
گھبرائی شکنتلا، کہا "آہ

"سکھیوں نے کہا وہ جو کچھ اُس دم
وہ ہجر وصال، نذرِ خاتم"

"شاید مرے غم کا پاس تھا ہائے!
کچھ بھی نہ کہا یہ ماجرا ہائے!"

"کی کچھ نہ حفاظتِ تباہی
بدخواہی ہوئی وہ خیرخواہی"

"اے دل! یہ غلط ہے بدگمانی
بیجا تھا وہ شکوۂ زبانی"

"نفرت تھی نہ یوں ہی آشنا کی
تاثیر تھی سب وہ بددعا کی"

"تو غفلت عشق کا بُرا ہائے!
سایہ اِسی روزِ بد کا تھا ہائے!

بولی وہیں مینا کہ "خاموش! — کر یادِ خدا اسے سب فراموش!"

"بچھڑے کا ہے وہ مِلانیوالا — بگڑی کا ہے وہ بنانے والا"

"جاں پرور و دلنواز ہے وہ — حامی وہی، کارساز ہے وہ"

"ناپاک ہو تو، جہاں کے نزدیک — پر صاف ہے غیب داں کے نزدیک"

"آئے اُسے جوشِ رحمت آخر — مشفق ہے، کرے گا شفقت آخر"

"پُر پیچ نہ پیچ و تاب سے ہو! — بیتاب نہ اضطراب سے ہو!"

"واجب ہے تحمّل ابتری میں — ہے صبر ضرور عاشقی میں"

"پھر ہوگی حصول شادمانی — پھر آئے گا روزِ کامرانی"

"پائے گا کبھی تو شہ انگوٹھی — سچّی کبھی ہو گی بات جھوٹھی"

"مضطر کو کبھی قرار ہو گا! — فرقت سے وصالِ یار ہو گا!"

"ہر جا بخوشی گزر رہے تیرا — یاں ٹھہرا کہ یہ بھی گھر ہے تیرا"

سمجھا کے غرض، اُسے پری نے — دِکھلائے وفا کے سب قرینے

باتوں سے مگر نہ اسکو تھا صبر — کیا عشق میں پند سے بھلا صبر؟
جوشِ تپ آہ تھا گراں اور — پگھلی جاتی تھی شمع ساں اور
گو ساکنِ خانۂ جناں تھی — ہر دم وہ زمیں پہ لامکاں تھی
کرتی آہیں تو دم نکلتا — اور ضبط سے جسمِ زار جلتا
ہنستی تھی کبھی وہ ہو پر اُمّید — روتی تھی کبھی بسانِ نومید
اسطرح سے واں غرض وہ ناکام — کرنے لگی انقضاے ایّام
وہ شکلِ شجر جو باروَر تھی — کچھ روز میں آمدِ ثمر تھی
اک طفل عرض ہوا نمودار — گویا تھا صدف کا دُرِّ شہوار
وہ حُسن تھا ایک کمالِ خوبی — وہ جسم تھا اک مثالِ خوبی
تسکیں جو ہوئی شکنتلا کی — ممنون تھی بخششِ خدا کی
جینے کا نہ تھا جو اُسکو یارا — یوں زیست کا ہوگیا سہارا
اک جنس خوشی ملی غمیں کو — بہلانے لگی دلِ حزیں کو

شکلِ خنداں نظر جو آتی — کچھ بھول کے غم کو مسکراتی
اُس طفل پہ دل نثار کرتی — لے لے کے بلائیں پیار کرتی
آتی گئی کچھ ہلال کی طرح — دن دن وہ بڑھا ہلال کی طرح

جنت میں تھے صورتِ تن و جاں
وہ غیرتِ حور و رشکِ غلماں

ساتواں باب

یادِ صنم
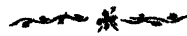
رُباعی

ہیں عشق میں آہ و رنج و یاس و حرماں
سب جا کے بھی جاتا نہیں اندوہ نہاں
ہوتا ہے نشاں سے بے نشاں عاشق سحرؔ
جانکن ہوتی ہے یادِ ہجرِ جاناں
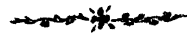
کیفیتِ پیچ و تاب یوں ہے
اب کلک کا اضطراب یوں ہے
تھا ماہی گیر کوئی، ناشاد
کم مایہ، مگر کثیر اولاد
اک دن دامِ ہوس میں آکر
ڈالا دریا میں جال جاکر

کی بخت رسانے کچھ رسائی | مچھلی ایک اُسکے ہاتھ آئی

لے کر جو اُسے شکم کیا چاک | غنچہ سا کھلا خوشی سے غمناک

ماہی سے ہوئی تھی آگ ظاہر | پائی اِک خاتم جواہر

ممنون تھا رب کی سروری کا | شاکر ہوا بندہ پروری کا

سودا جو ہوا پئے خریدار | لایا اُسے بیچنے وہ بازار

لوگوں نے وہاں جو دیکھی خاتم | راجہ دُشینت کی تھی خاتم

بلوا دہیں کوتوالِ شہ کو | مجرم ٹھہرایا بیگنہ کو

فی الفور وہ کرکے تب گرفتار | بیچارہ کو لایا پیشِ دربار

انگشتری کی جو شاہ کو پیش | باطل ہوئی وہ دعاے درویش

آنکھوں سے اُٹھا اُسے لگایا | معشوقۂ گم کا کھوج پایا

اک آہ نکل گئی وہاں سے | یاد آ گئی نام کی نشاں سے

کرکے وہیں فلس زر عنایت | دی ماہی گیر کو اجازت

دَم رُکتا تھا ضبط سے جو ہر بار — اُٹھا برخاست کر کے دربار

اِک گُل سے تھا دل میں داغ آیا — بُلبُل سا وہ سوے باغ آیا

پارہ تہِ تیغِ ہجر ہو کر — تڑپا سیماب وار مضطر

تھا شیفتۂ شکنتلا وہ — یوں ہجر میں غم کناں ہوا وہ

"تیری تو خطا نہ تھی، وفادار! — بے مہر ہوا میں خود گنہگار"

"بیگانہ بنا دیا عجب ہے — جانا نہ یگانہ کو غضب ہے!"

"اُس آئینہ رو کو دیکھ کر حیف! — حیرت سے رہا میں بے خبر حیف!"

"بھولیں عینائے پاک کو ہائے! — آنکھوں کو کہیں نظر بھی لگ جائے!"

"خوں بار پہ درد کچھ نہ آیا — دل ہو کے لہو بہے خدایا!"

"بد عہدی سے پھونکا ایک جاں کو — چھالے ہوں نصیب اس زباں کو!"

"یاد آئی تری عرق فشانی — ہوں شرم سے ہائے پانی پانی"

"معشوق نے ہائے یوں وفا کی — اُلٹی عاشق نے خود دغا کی"

"بس محوِ خیال ہو رہی ہے / اب جان وبال ہو رہی ہے"

"کھٹکا اِک مُرغِ روح کو ہے / دھڑکا سا دلِ قبوح کو ہے"

"کِس حُسنِ صفا کو ہائے کھویا / کِس جنسِ وفا کو ہائے کھویا"

"کِس مہر کے بدلے یوں لیا داغ / کِس ماہ کو اُف! لگا دیا داغ"

"اس حال سے بے نشاں گئی تو / کیونکر جانوں کہاں گئی تو؟"

اُس ہوش ربا نے سب بُھلایا / سوچوں تدبیر کیا، خدایا!

کیوں جاں بھی گئی نہ ہائے ہُو میں؟ / مرتا ہوں اجل کی آرزو میں!

اُے چشم! یہ حالِ زار کیوں ہے؟ / کھو کر گہر اشکبار کیوں ہے؟

"کیا تھی نظرِ جفا شعاری! / کی خوب صنم کی پردہ داری!"

"ہے جوش، سزائے قلبِ ناکام / اچھی کی خاطرِ دلآرام!"

"کیا کیا اُسے بھائی چاہ کی یاد! / رو رو کے دلائی بیاہ کی یاد!"

" مجکو ہوش آہ، پر نہ آیا / گمراہ تھا راہ پر نہ آیا"

"کیوں تپ سے ہے یہ شمسِ عالم افروز
دیکھی کہیں مہروش وہ دلسوز؟"

"ہے ہے مجھے رشک نے جلایا
یوں یہ بھی جلا کرے خدایا!"

"آپے میں نہیں شمیم! تو ہے
اُس گُل کی مگر اُڑائی بُو ہے"

"لائی خبرِ وصال مجھکو؟
سچ بول، بتا نہ چال مجھکو!"

"غنچو! یہ چہل پہل نہیں خوب
یہ خندۂ بے محل نہیں خوب"

"مجھ خستہ پہ ہنسکے زار ہو گے
تم بھی تو کبھی فگار ہو گے"

"کیوں مُرغِ چمن! لحن سرا ہے؟
اُس لحن سی کب تری صدا ہے؟"

"اے گُل! یہ عبث ہے دلربائی
تجھ میں ہے کہاں وہ جانفزائی؟"

"بُلبُل! ہیں تجھے بُلا کے رُوؤں
آ! تجھکو گلے لگا کے رُوؤں"

"ہمدردِ فدائے یار تو ہے
ہاں، عاشقِ جاں نثار تو ہے!"

"آ! دو تو بہم اَلم سُنائیں
کچھ دیر اسی میں غم بھلائیں"

"یوں اُسکو پھرا کے خوار ہوگا
کیا، چرخ تجھے قرار ہوگا؟"

”جو پا کہ سرِ مژہ سے شق ہو — یوں خار سے اُسکو اُف قلق ہو!“

”جس گُل کو خیالِ بار دے رنج — حیف اُسکو ہو دھوپ چھاؤں سے رنج!“

”ہو خانۂ دل کی جو کہ جاں ہائے! — اسطرح پھرے وہ لامکاں ہائے!“

”اپنا یہ نتیجۂ عمل ہے — اپنے ہی کئے کا ہائے پھل ہے“

”ہو شاملِ بختِ خفتہ صد حیف — سوئی اے مرگ! تو بھی صد حیف!“

”سب کہتے ہیں تجکو یارِ عاشق — اک ہمدم و غمگسارِ عاشق“

”شاید تو علاجِ دردِ اہم ہے؟ — چارہ پئے اشتہائے غم ہے؟“

”یہ بند ہو گر جدا، تو جائیں — اس قید سے ہوں رہا تو جائیں“

”دم وہ سرِ زلف گھونٹتا ہے — اک سانپ سا دل پہ لوٹتا ہے“

”ہے یادِ کمر سے اک ستم ہائے — دکھلاتی ہے مشکلِ عدم ہائے!“

”ہر دم، دمِ سرد بھر رہا ہوں — بے موت، میں ہائے مر رہا ہوں“

”کر خاکِ صفا جلا کے امروز — آ کام صباحتِ گلو سوز!“

مضطر تھا جو دردِ جانستاں سے — نکلی یہ غزل وہیں زباں سے

غزل

کچھ چشمِ اثر نہیں دعا میں — کچھ اشکِ گہر نہیں بکا میں

ہے شوقِ وصال و خوفِ ہجراں — ہے صبر فنا میں، نے بقا میں

وحشی بن، دشت میں پھریں گے — اُس رشکِ غزال کی ہوا میں

دم میں اثر اُس کے آئے کیونکر — دم ہی نہیں آہِ نارسا میں

جلوہ نے کیا جو دل کو مدہوش — معشوق کو شک ہوا وفا میں

پھرتی جو نہیں خیال سے آنکھ — کیسا ہے طلسم نقشِ پا میں

زلف و شبِ ہجر و تیرہ بختی — اِک جان پھنسی کئی بلا میں

کہتے ہیں جسے اذیّتِ نزع — ہے وہ دلِ دردآشنا میں

پروانہ کو سوزِ شمع کو اشک
خوش کون ہے سحرؔ اس سرا میں

آٹھواں باب

جنگ
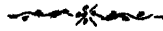
رُباعی

قرباں تری قدرت کے ہیں ہم اے یزداں
ہر شے میں ہے تاثیرِ جداگانہ عیاں
رکھا اک مشتِ گِل میں وہ جوہرِ پاک
کرتے ہیں فرشتے بھی وقارِ انساں
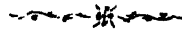
تحریر جو جنگ کا بیاں ہے
یوں خنجرِ خامہ خونفشاں ہے
وہ محوِ فراقِ غیرتِ حور
یعنی دشتیتِ شاہِ مہجور
سوزاں تپِ ہجرِ یار میں تھا
سرگرم رہِ نگار میں تھا

کتنا ہی سراغ گو لگایا — قمری کو نہ سرو ہاتھ آیا

تدبیر سے جب نہ کچھ ملا صبر — تقدیر پہ چھوڑ کر کیا صبر

حسبِ معمول شاہ اک روز — تھا تختِ شہی پہ رونق افروز

غمگیں تھا وہ زیبِ رفعتِ جاہ — دیکھا نظارہ ایک ناگاہ

آیا اک شخص عزّ و شاں سے — سیّارہ سا ٹوٹا آسماں سے

دنیا میں ہوا کے شامل آیا — شہ کے وہ غرض مقابل آیا

دشینت نے اسکا حال پوچھا — آئے ہوئے کا سوال پوچھا

بولا وہیں ہو کے وہ زمیں بوس — "ہوں قاصدِ اندر شاہِ فردوس"

"جنگ اندنوں دیوؤں سے غضب ہے — بہرِ کمک آپ کی طلب ہے"

"ہے کارِ ارشد شتاب چلئے — ہے وقتِ مدد شتاب چلئے"

پیغام سنا تو آگیا جوش — غم دور ہوا غضب بڑھا جوش

منہ گرمیِ خشم سے تھا خوناب — خورشید بنا بدل کے مہتاب

جوشِ جرارت سے تھا ہو گرم / لڑنے کو ہوا وہ جنگجو گرم
ارشاد ہوا یہ حکم اکبار / "ساماں ہو درست سب ہوں تیار"
اُسدم ہوئی بستہ صف بصف فوج / جاں دینے کو آئی سربکف فوج
راجہ نے سجا کے یوں رسالے / منگوائے "بِوان" اڑنے والے
اُٹھا جو بگولہ سا ہوا میں / دم بھر میں وہ جا اُڑا سما میں
آمد کی غرض، خبر جو پائی / کی اِندر نے آکے پیشوائی
بھائی کی طرح گلے لگایا / فردوس میں اُس ملک کو لایا
پوچھا شہ کے مزاج کا حال / پوچھا سب اُسکے راج کا حال
بارے جو محل میں دو تو آئے / کچھ جنگ کے مشورے اڑائے
ناقوس بجانے کا دیا حکم / تیاریِ فوج کا کیا حکم
راجہ پہ نثار بسکہ تھی فوج / آواز پہ جمع ہوگئی فوج
جنباں تھا جو فیل ابر سا تھا / چابک تھا جو اسپِ بادپا تھا

ہر سر میں خمارِ گرمجوشی — سودائے خیالِ جانفروشی

یوں سج کے چلی سپاہِ جرّار — آگے تھے وہ دونو شاہِ جرّار

آندھی سے تُنک اِدھر سے آئے — بادل سے وہ دیو اُدھر سے آئے

یاں بادۂ جوش سے یہ سرشار — واں مستِ شراب، وہ سیہ کار

اس سمت جو گنگ موجزن تھا — طُغیانی پر اُس طرف جمن تھا

دی بارے، جو افسروں نے آواز — باجوں نے بجائے جنگ کے ساز

بس رزم ہوئی وہیں بپا ایک — جاں لینے کو ایک پر جُھکا ایک

بہنے لگا خوں ستمگروں کا — بڑھنے لگا جی دلاوروں کا

اندازِ کماں وہ فتنہ زا تھا — جو تیر تھا ناوکِ قضا تھا

شوخی تھی، جو بھال جانستاں تھی — تارِ نظرِ صنم، سناں تھی

یوں گرد میں تیغ خونفشاں تھی — پانی پہ شعاعِ خُور تپاں تھی

ابروے نگار کی سی جُنبش — یہ تیغ کی کاٹ سے تھی جنبش

گردوں پہ ہلالِ عید دم تھا
ہر فرق حضور جس کے خم تھا

بجلی سی چمک رہی تھی رَن میں
شعلہ سا بھڑک رہی تھی بن میں

برپا تھا عجیب زور میں غُل
جسطرح ہو بحرِ شور مین غُل

مُرغانِ ہوا تھے تیرِ پرّاں
تھے ہیجۂ جنگ میں رَجز خواں

یہ رنگ لہو کا ہر کہیں تھا
گلزارِ شفق، سرزمیں تھا

دیوانِ سیہ تھے بسکہ پُرفن
لڑتے تھے بچا کے حیلہ سے تن

چمکائے کسی نے سحر کے رنگ
دکھلائی کسی نے شانِ نیرنگ

گہ آب، گہے شرر فشاں تھے
پوشیدہ کبھی کبھی عیاں تھے

کیا خوف مگر مَلک کو دوں سے؟
جادو کو مٹا دیا فسوں سے

ہوتے تھے غضب فرشتوں کے وار
غلطاں تھے لہو میں دیوِ خونخوار

تھی تنگ جو روح جسمِ بد سے
نکلی جاتی تھی ہر جسد سے

دُشنیت بھی رن میں برمحل تھا
دُشمن کو فرشتۂ اجل تھا

جیتا وہ شریکِ جنگ ہو کر — دریا میں بہا نہنگ ہو کر
تھا اُن پہ جو فضلِ کبریائی — دیووں نے شکستِ فاش کھائی
یاں زیبِ گلو و شاخِ نصرت — واں اُن کی تھی ہار سے بُری گت
جیتا غرض اندر جب تو لوٹا — خوش خوش زندہ دلی سے گھر کو لوٹا
کی شاہ زمن کی میہمانی — برتے آدابِ میزبانی
ممنون ہوا عنایتوں کا — مشکور ہوا حمایتوں کا
سجنے لگی روز بزمِ راحت — یوں اُس سے رہا وہ گرمِ صحبت
ہر سر میں سکون دلنشیں تھا — ہر دل میں فراغ جاگزیں تھا
ہر اک نے طرب سے گھر سجایا — اور راگ مبارکی کا گایا

دلکش تھا ہر ایک کارخانہ
وہ شہر تھا یا نگار خانہ

نواں باب

وصال

رُباعی

توام ہے جہاں میں راحت وغم کی مثال
ہے خندۂ برق وابرِ گریاں کا حال
گو حاصلِ عشق سحر، ہجرت ہے ضرور
ہے بعد شبِ مفارقت، روزِ وصال

شادی سے جو دور ہوگیا رنج
یوں بلبلِ خامہ ہے نوا سنج
وہ زینتِ ملک وتخت و دیہیم
یعنی دُ شیلنت شاہِ اقلیم
فردوس میں جلوہ زا تھا اب تک
مہمان شہِ اندر کا تھا اب تک

کچھ وقت جو اس طرح گزارا — تفریح اُسے ہوئی گوارا
اِس سوچ میں ہو کے خیر نکلا — آمادہ برائے سیر نکلا
تنویر کی اِک زمیں تھا وہ شہر — یا آبِ گہر کے بحر میں لہر
نخل و گل و سبزہ زار دیکھا — خندان رُخِ نو بہار دیکھا
گویا تھا جو طائرِ چمن تھا — قدرت کی ثنا میں نغمہ زن تھا
حوروں کا کہیں لگا تھا جھرمٹ — پریوں کا کہیں جما تھا جھرمٹ
کھُبتی تھی جگر میں طرزِ گفتار — ہر لب پہ تھا خندۂ شکربار
اِسطرح وہ ناظرِ تماشا — تھا محوِ مظاہرِ تماشا
ناگہ اثرِ شکیب پایا — نظارۂ دلفریب پایا
اِک طفل تھا نزدِ راہ واں پر — جلوہ تھا قمر کا کہکشاں پر
ماہ کامل، جمالِ انور — دلخواہ و دلفریب و دلبر
اِک ظلِّ کمال تھا نمودار — شاہانہ جلال تھا نمودار

صورت تھی وہ عکسِ حسنِ دلخواہ — حیرت زدہ دیکھکر ہوا شاہ

بازندہ وہ طفلِ شیردل تھا — اِک زادِ پلنگ متّصل تھا

دایہ نے کہا تُسکیڑ اُس کو — ”نادان ہے تو، نہ چھیڑ اُسکو“

”لے۔ لاتی ہوں جاکے شیرِ گاو اور“ — یہ کہکے چلی وہ گھر کو فی الفور

دیوانہ تھا شاہ ہوش کھوکر — استادہ تھا محوِ دید ہوکر

تعویذ گلے میں طفل کے تھا — جو سحر و فسوں کا تھا مداوا

جُز باپ جو غیر اسکو چھولے — ہو سوختہ نقش کے عمل سے

ناگاہ شکستہ ہوکے یکسر — ٹوٹا تعویذ وہ زمین پر

راجہ نے اُٹھا اُسے بٹھایا — اتنے ہی میں پہونچی آکے دایا

چھوکر جو اُسے، رہا وہ محفوظ — حیراں ہوکر ہوئی یہ محظوظ

راحت سے وہ راہِ رنج سر کی — اُس طفل کی ماں کو جا خبر کی

ہجرت میں ملا نویدِ وصلت — بیمار نے پائی بو سے صحت

سمجھی کہ وصالِ یار ہوگا
دور اب غمِ انتظار ہوگا

تقدیر جو روبراہ پائی
تو جادۂ وصل پر وہ آئی

یعنی یہ چلی اِدھر سے پُرشوق
دیکھا اُدھر اُسکو شہ نے باذوق

رُک رُک کے قدم بڑھاتے دیکھا
شرماتے، لجاتے آتے دیکھا

چہرہ رُخِ یار کا سا پایا
کچھ نقش، نگار کا سا پایا

جانا دلدارِ دلربا کو
پہچان لیا شکنتلا کو

آنکھوں میں لیا وہیں نظر ساں
پہلو میں لیا وہیں جگر ساں

عارض کی نگہ سے لیں بلائیں
گیسو کی مژہ سے لیں بلائیں

قرباں کئے شاہوار گوہر
آنکھوں نے کئے نثار گوہر

آہوں سے بخارِ دل نکالا
اشکوں سے غبارِ دل نکالا

شکوے ہوئے دلربائیوں کے
طعنے ہوئے بیوفائیوں کے

واں شرم تھی مقتضائے فطرت
یاں اپنے کئے پہ تھی ندامت

واں شانِ حیا تھی سر کے خم سے — یاں شاہ تھا سرنگوں الم سے

مجرم نے گنہ کی کی تلافی — چاہی تقصیر کی معافی

بولا وہ کہ "اے پری وفا کی! — مَیں پا بھی چکا سزا جفا کی"

"کیا کیا سہی تیرے غم میں آفت — تکلیفِ فراق و دردِ ہجرت"

"ملتی تھی نہ ڈھونڈھے راہ تیری — جھنکواتی کنوئیں تھی چاہ تیری"

"آتشکدہ تجھ بغیر تھی رات — پھونکے دیتی تھی چاندنی رات"

"وحشت نے دکھائے باغ پر باغ — کھائے ہیں گلوں سے داغ پر داغ"

"رحم اب مرے حال پر ذرا کر! — الطاف و نوازش و وفا کر!"

کہنے لگی وہ نگارِ عصمت — "اُے مالک و پردہ وارِ عصمت!"

"ناحق ہے یہ تیری بدگمانی — وابستہ ہے تجھسے زندگانی"

"تیری وہی ہاسے باوفا ہوں — یعنی میں وہی شکستہ پا ہوں"

"واں تو ہی نہ مبتلائے غم تھا — یاں مجکو بھی صدمۂ الم تھا"

ہر گل تھا مجھے شرارِ دوزخ / روشن تھی جناں میں نارِ دوزخ

ہر سانس اڑا رہی تھی جی کو / ہر پھونک جلا رہی تھی جی کو

غم تھا تری بیوفائی کا ہائے / رونا تھا تری جدائی کا ہائے

ہیجان تھی یا تھا جاں کا احساس / امید کبھی تھی اور کبھی یاس

پر اس میں ترا قصور کیا ہے؟ / خود دل ہی مرا جو پُر خطا ہے!

شکوہ کا نہیں یہ وقت لیکن / ہے شکر پھر آئے وصل کے دن

یہ کہکے ہم وہ مل کے روئے / یوں داغِ فراق دل سے دھوئے

نظارۂ اجتماع واں تھا / باہم مہ و مہر کا قِراں تھا

شہ کے لئے طفل زیبِ بر تھا / آغوشِ پدر میں وہ پسر تھا

واپس ہوئے بارے مل کے مہجور / وہ رشکِ مَلک، وہ غیرتِ حور

راجہ کے محل میں جا کے پہنچے / نزدِ شہ اندر آ کے پہونچے

دیکھا جو رُخِ شگفتہ وہ / حیرت زدہ حسن سے رہا وہ

پوچھا کہ "یہ تیری شاہ! ہے کون؟
خورشید کے ساتھ ماہ ہے کون؟"

بولا کہ "یہ دختِ مینکا ہے
رانی مری یہ شکنتلا ہے"

پھر سب وہ کہا سرِ نہانی
وہ ہجر و وصال کی کہانی

بولا وہ سُنکے "لو، مبارک!
یہ ساعتِ سعد ہو مبارک!"

ٹھہرا کے پھر اُن کو باعنایات
دکھلائے مراسمِ مدارات

کچھ روز غرض، وہ رہ کے ناچار
چلنے کو ہوا وطن کے تیّار

مانگی شہِ اندر سے اجازت
مل مل کے ہوا خوشی سے رخصت

اِس طرح جو واں سے پھر چلے وہ
شاداں سوئے مینکا گئے وہ

تجویزِ سفر اُسے سُنائی
جانے کی خبر اُسے سُنائی

آیا جو غمِ فراقِ دختر
مل مل کے گلے سے روئی مادر

الفت کے دکھا کے یوں قرینے
سونپا اُسے شاہ کو پری نے

با شکوۂ جورِ پاستانی
کی استدعائے مہربانی

با عہدِ وفا، بصد محبت — بارے ہوا شاہ واں سے رخصت

آیا تو ملائکِ نکو بخت — تیار تھے آندر کا لئے تخت

تینوں کو بسانِ گل چڑھایا — نکہت سا سوے زمیں اُڑایا

اس طرح وہ رہروانِ مسرور — فردوس سے آئے ہستناپور

بچھڑے ملکر وطن میں آئے — پھر بلبل و گل چمن میں آئے

دیکھا جو شہ مسیح دم واں — پھر لوگوں کے آئی جان میں جاں

اسطرح غرض، وہ نیک مقسوم — آیا جو محل میں، مچ گئی دھوم

پھر کہکے وہ عشق کی کہانی — راجہ نے دکھائی اپنی رانی

شہزادہ کو پیار سے اُٹھایا — سب خاص و عام کو دکھایا

شادی کی محل میں تھی اقامت — تھا شورِ مبارک و سلامت

ہر سمت ہوا خوشی کا اظہار — شاداں تھی رعیتِ وفادار

کی نذرِ خلوص اک نے آکر — دی جنسِ وفا کسی نے جاکر

هر شخص نہال نخل ساں تھا
وہ شاہ بہارِ بےخزاں تھا

بارے جو ہوئی مراد حاصل
الماس رہا گھر سے واصل

کٹنے تھے ہنسی خوشی سے اوقات
دن عید تو شب برات تھی رات

موقع جو شگفتلا نے پایا
وو تو سکھیوں کو واں بلایا

مل مل کے گلے آہ و زاری
اپنی کہی سرگذشت ساری

پھر اُن سے سُنے دعا کے حالات
وہ خاتمِ شاہ کی کرامات

سامانِ طرب جو تھے فراہم
سب رہنے لگے خوشی سے باہم

تھا شاہ بعزت وہ طفلِ خوشکام
مشہور ہے جسکا آجتک نام

اقبال ورما سحر ہتگامی

قطعۂ تاریخ

(من تصنیف سحر)

ہے شکرِ خدائے عزّوجلّ آج
آخر ہوئی داستانِ خوبی
بولا دلِ خوش برائے تاریخ
"کیا خوب ہے ارمغانِ خوبی"
۱۹۱۱ء

اقبال ورما سحر ہتگامی

منشی دیا نراین نگم بی - اے کے اہتمام سے زمانہ پریس کانپور مین چھپ کر شایع ہوا